حکمتِ مودودیؒ

دین میں تحریف

اور

بدعت کے اسباب

جو صاحبِ سیاستِ کبریٰ' اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسا دین لے کر آیا ہو جو تمام ادیان کا ناسخ ہو' اس کے لیے ناگزیر ہے کہ وہ اپنے دین کو فتنہ تحریف کی دست برد سے محفوظ کردے' کیونکہ اس کی عام اور ہمہ گیر دعوت مختلف استعداد' مختلف مزاج اور مختلف اغراض و مقاصد رکھنے والی جماعتوں کو اپنے جھنڈے تلے جمع کرتی ہے۔

ایسا ہوا کرتا ہے کہ لوگ اپنی ہوا پرستی یا اپنے پہلے مذہب کی محبت کی وجہ سے مصالح شریعت کا کامل احاطہ نہ کرنے والی فہم نارسا کے اشارہ پر بہت سی منصوص تعلیماتِ شرع کو پس پشت ڈال دیتے ہیں اور کبھی اس میں غیر شرعی تخیلات اور تعلیمات ٹھونس دیتے ہیں۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ سارا دین مسخ اور درہم برہم ہوجاتا ہے جیسا کہ بہت سے قدیم مذاہب کی تاریخ گواہ ہے لیکن چونکہ اس فتنہ کے دروازے بے شمار اور ان کی تعداد غیر متعین ہے اور سب کا استقصا ممکن نہیں۔ لہٰذا شارع کے لیے ضروری ہے کہ امت کو اجمالاً اسبابِ تحریف سے ڈرا کر متنبہ کردے اور اس کے لیے چند ایسے اصولی مسائل کو مخصوص کرلے جن کے بارے میں قیاس کہتا ہے کہ عموماً تہاون اور تحریف کے فتنے بنی نوع انسان میں انہی راستوں سے گھسا کرتے ہیں' اور ان راستوں کو اچھی طرح بند کردے۔ اس تہدید و انذار کے ساتھ ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ وہ اپنی شریعت میں ایسی چیزوں کو داخل کرے جو مسخ شدہ اور باطل مذاہب کے اصولی اور مشہور ترین رسوم و شعائر کے بالکل مخالف ہوں مثلاً نماز وغیرہ تاکہ کوئی ظاہری تشابہ باقی نہ رہ جائے اور کسی پرانے مذہب کے شعائر سے مداہنت کا امکان باقی نہ رہے۔

تہاون

تحریف کے اسباب میں سے ایک تہاون ہے یعنی احکامِ شرع سے بے پروائی۔ تہاون کی حقیقت یہ ہے کہ رسولؑ کے تربیت یافتہ حواریوں کے بعد ایسے ناخلف پیدا ہونے لگیں جو نماز کو ضائع کر کے شہوات کی پیروی میں غرق ہوں، علم و عمل اور تعلیم و تعلّم کے ذریعہ دین کی اشاعت کا اہتمام چھوڑ دیں اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے فریضہ سے کنارہ کش ہوجائیں اور اس طرح چند روز بعد مخالفِ دین رسوم پیدا ہوجائیں اور بحیثیتِ مجموعی عام طبائعِ انسانی کا رجحان مزاجِ شریعت کے خلاف ہوجائے۔ پھر ایسے دوسرے خلف آئیں جو شریعت سے بے اعتنائی کے اس جرم میں اور زیادہ آگے بڑھ جائیں یہاں تک کہ علمِ دین کا اکثر حصہ نسیاً منسیا ہو کر رہ جائے۔ یوں تو امت کے ہر طبقہ کا تہاون خطرناک اور مضرت رساں ہے مگر جب اس کا صدور رؤساء و اکابرِ قوم سے ہو تو پھر اس کی مضرتوں کا کوئی ٹھکانہ نہیں۔ اسی سبب سے حضرت نوح و ابراہیم علیہما السلام کی شریعتیں برباد ہوگئیں اور آج ان کے اصلی خط و خال کا سراغ لگانا قریباً ناممکن ہوگیا ہے۔

تہاون کے چند اسباب و ذرائع یہ ہیں:

۱۔ پہلا سرچشمہ تہاون کا صاحبِ شریعت کی روایات کو محفوظ نہ رکھنا اور ان کے مطابق عمل نہ کرنا ہے۔

مندرجہ ذیل ارشادِ نبویؐ اسی فتنہ سے باخبر کر رہا ہے:

دیکھو عنقریب وہ وقت آنے والا ہے جب طعام، شراب سے ایک بدمست انسان اپنے تخت پر بیٹھ کر کہے گا کہ تم اس قرآن کو مضبوط پکڑ لو اور اس میں جس چیز کو حرام پاؤ اسی کو حرام سمجھو اور جس شے کو حلال پاؤ اسی کو حلال سمجھو۔ حالانکہ خدا کے رسول کی حرام کی ہوئی چیز بھی ویسی ہی قطعی الحرمت ہے "جیسی خود اللہ کی حرام کی ہوئی"۔

اسی بات کو دوسری جگہ فرمایا:

اللہ تعالیٰ لوگوں کے سینوں سے علم نہیں اٹھائے گا بلکہ علما کو اٹھا لے گا اور ان کے اٹھ جانے سے علم اٹھ جائے گا، یہاں تک کہ جب کوئی عالم باقی نہ رہ جائے گا اس وقت لوگ جاہلوں کو امام بنا کر ان کی طرف رجوع کرنے لگیں گے۔ ان سے مسئلہ پوچھا جائے گا اور وہ بغیر کسی علم و بصیرت کے فتویٰ دیں گے، خود گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی

گمراہی کے جہنم میں ڈال دیں گے۔

۲۔ دوسرا سبب ایسی اغراضِ فاسدہ ہیں جو من گھڑت تاویلات پر آمادہ کرتی ہیں مثلاً نفس پرست امراو ملوک کی طلب و رضا جس کی وجہ سے انسان ان کی ہوا پرستیوں کے لیے کلامِ الٰہی کی غلط تاویلیں کر کے سندِ جواز مہیا کرتا ہے۔ آیتِ ذیل ایسے ہی ایمان فروشوں کو مخاطب کرتی ہے۔

"جو لوگ اللہ کے نازل کیے ہوئے احکام کو چھپاتے ہیں اور اس کے عوض تھوڑا سا معاوضہ حاصل کرتے ہیں' وہ اور تو کچھ نہیں مگر اپنے پیٹ میں آگ بھرتے ہیں۔" (سورہ البقرہ ۲:۱۷۴)

۳۔ تہاون کا تیسرا منبع منکرات اور فاحشات کا امت میں پھیل جانا اور علما کا ان پر خاموشی اختیار کرلینا ہے۔ اسی حالت کے متعلق قرآن کہتا ہے:

"تم سے پہلے گزرنے والی اقوام میں ایسے اربابِ خیر کیوں نہ ہوئے جو لوگوں کو ارضِ الٰہی میں فساد برپا کرنے سے روکتے (ہاں ایسے لوگ تھے تو سہی) مگر بہت کم تھے جنہیں ہم نے عذاب سے بچالیا۔ رہے ظالم و نافرمان لوگ تو وہ اسی لذتِ دنیوی میں سرشار رہے جو انہیں دی گئی تھی اور یہ لوگ کچھ تھے ہی بدکردار۔" (سورہ ھود ۱۱:۱۴۰)

بنی اسرائیل کی معصیت پرستی پر تبصرہ کرتے ہوئے آنحضرت صلعم فرماتے ہیں:

"ان کے علماء نے انہیں برائیوں سے روکا لیکن وہ نہ رکے۔ پھر علما ان سے قطع تعلق کرنے کے بجائے ان کی مجلسوں میں اٹھنے بیٹھنے اور ان کے ساتھ کھانے پینے لگے۔ آخر کار اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کو ایک دوسرے سے مار دیا (یعنی سب کو معصیت کی سیاہی میں رنگ دیا) اور داؤد و عیسیٰ ابن مریم کی زبان سے ان پر لعنت کی' کیونکہ وہ خدا کی نافرمانی کرتے اور حد سے بڑھ گئے تھے۔"

تعمق

تحریف کا دوسرا سبب تعمق تھا یعنی خواہ مخواہ بال کی کھال نکالنا۔ اس کی متعدد صورتیں ہیں مثلاً یہ کہ جب شارع کسی چیز کا حکم دے یا کسی کام سے روکے تو اس کے حکم کو سن کر کوئی شخص اپنے ذہن کے مطابق خود ایک معنی متعین کرے پھر وہی حکم اپنی طرف سے کسی ایسی دوسری چیز پر عائد کردے جو بعض وجوہ سے پہلی شے کے مشابہ ہو' یا دونوں میں کسی پہلو سے اشتراکِ علت

نظر آئے، یا ایک شے کے حکم کو اس کے تمام اشکال اور مظنّات اور اجزا پر علیحدہ علیحدہ جاری کردے یا جب کبھی روایات کے تعارض کی وجہ سے اصل حکم اور اس کے صحیح محل و موقع کی تمیز نہ کرسکے تو تمام صورتوں میں سے سخت ترین صورت کو اختیار کرکے اسے واجب سمجھ لے۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر فعل کو عبادت پر محمول کرے (حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ آپؐ نے بہت سے افعال محض عادت کے طور پر کیے ہیں، عبادت سے ان کا کوئی تعلق نہیں) اور یہ خیال کرکے کہ یہ تمام امور شریعت کی حیثیت رکھتے ہیں اور امر و نہی کے ذیل میں آتے ہیں، حکم لگا دے کہ خدا نے ان کاموں سے روکا ہے اور ان کاموں کا حکم دیا ہے۔ یہ تمام صورتیں **تعمق فی الدین** کی ہیں۔ مثال کے طور پر روزہ کے احکام کو لے لو۔ شارع نے جب نفسِ حیوانی کو مغلوب کرنے کے لیے روزہ رکھنے کا حکم دیا اور اس میں مباشرت سے منع فرمایا تو بعض لوگوں نے سمجھا کہ سحری کھانا بھی خلافِ شرع ہے، کیونکہ اس سے روزہ کا مقصد (یعنی نفس کشی) فوت ہوجاتا ہے۔ نیز روزہ دار کے لیے بیوی کا بوسہ لینا بھی ناجائز ہے کیونکہ وہ مباشرت کا داعیہ ہے۔ بلکہ قضائے شہوت میں ایک طرح مباشرت کے مشابہ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب ان خیالات کی اطلاع پہنچی تو آپ نے ان غلطیوں کو واضح کرکے فرمایا کہ اس قسم کا قیاس تحریفِ دین ہے۔

تشدّد

تحریف و بدعت کا تیسرا دروازہ تشدد ہے، یعنی ایسی سخت اور شاق عبادتوں کا اختیار کرنا جن کا شارع نے حکم نہیں دیا۔ مثلاً مسلسل روزے رکھنا، ہر وقت نماز اور مراقبہ میں مصروف رہنا، تجرد اختیار کرنا، سنن و آداب کا واجب اور فرض کی طرح التزام و اہتمام کرنا وغیرہ۔ چنانچہ جب حضرت عبداللہ بن عمر اور عثمان ابن مظعون رضی اللہ عنہما نے ایسی ہی سخت ریاضتوں کا ارادہ کیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں منع کرتے ہوئے فرمایا کہ "جب کوئی شخص دین کے ساتھ سختی برتے گا اور اپنے نفس کو ناقابل برداشت عبادتوں میں مبتلا کرے گا، تو وہ دین کی پیروی سے عاجز ہوجائے گا۔"

اس تعمق یا تشدد کو اختیار کرنے والا جب کسی گروہ کا امام اور معلم بن جاتا ہے تو اس کے مقلد یہ سمجھنے لگتے ہیں کہ یہ سارے امور جنہیں ان کا امام بطور عبادت کے سرانجام دے رہا ہے، شرعی احکام ہیں اس طرح یہ تمام چیزیں جزوِ دین خیال کی جانے لگتی ہیں۔ یہود اور عیسائی راہبوں

کی یہی وہ خطرناک روش تھی جس نے دین کو تباہ کرکے رکھ دیا۔

استحسان

تیسرا سبب استحسان ہے، یعنی جاہلانہ قیاس آرائی۔ اس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ ایک شخص شارع کے طریقِ تشریع پر نگاہ ڈال کر دیکھتا ہے کہ وہ ہر مصلحت اور حکمت کے لیے ایک مناسب مظنّہ مقرر کرتا ہے اور ہر ایک مقصد کے حصول کے لیے ایک موزوں قالب معین کرتا ہے لیکن چونکہ یہ شخص نگاہِ نبوت کی حقیقت شناسی اور وسعت سے قدرتاً محروم ہوتا ہے اور اسرارِ تشریع کے تمام پہلوؤں کو نہیں دیکھ سکتا۔ اس لیے وہ ایک آدھ مصلحت کو اچک کر اپنی فہم کے مطابق شریعت کی دفعات بتانے لگتا ہے۔ یہود کی مثال تمہارے سامنے ہے، انہوں نے خیال کیا کہ شارع نے معاصی سے روکنے کے لیے حدود کا حکم محض اس لیے دیا تھا کہ دنیا میں امن قائم ہو اور معاملات درست رہیں۔ پھر انہیں یہ نظر آیا کہ زانی کے لیے جو سزائے رجم شارع نے مقرر کر رکھی ہے اس سے آج کل اختلاف اور جدال و قتال ہوتا ہے جو بدترین فساد ہے۔ یہ سوچ کر انہوں نے رجم کی سزا کو مجرم کا منہ کالا کرنے اور کوڑے مارنے کی سزا سے بدل دینا بہتر سمجھا اور ایسا کیا بھی۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے اس فعل کو تحریف اور ترکِ احکامِ الٰہی قرار دیا۔

ابن سیرینؒ سے راویت ہے کہ:

"سب سے پہلے ابلیس نے قیاس کیا۔ چاند اور سورج کی پرستش محض قیاس نے کرائی"۔

امام حسنؒ نے آیت خَلَقْتَنِیْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِیْنٍ پڑھ کر فرمایا "یہاں ابلیس نے قیاس کیا اور وہ سب سے پہلا قیاس کرنے والا ہے"۔

امام شعبیؒ سے منقول ہے کہ:

"قسم خدا کی اگر تم نے قیاس سے کام لیا تو حلال کو حرام اور حرام کو حلال کرکے رہو گے۔"

حضرت عمرؓ سے مروی ہے کہ:

"تین چیزیں قصرِ اسلام کو ڈھا دیں گی، ایک عالم کی لغزش، دوسری منافق کا قرآن سے استدلال، تیسری گمراہ ائمہ کے احکام۔"

یہ تمام باتیں اس قیاس کے متعلق ہیں جس کا سررشتہ کتاب و سنت سے نہ ہو بلکہ محض

وحی اور عقلی ہو۔

اتباعِ اجماع

فتنۂ تحریف کا چوتھا ذریعہ اتباعِ اجماع ہے۔ اجماع سے مراد یہ ہے کہ حاملینِ شریعت کا ایک گروہ، جس کی اصابتِ رائے پر عام لوگوں کو اعتقاد ہو، کسی چیز پر اتفاق کرلے اور لوگ یہ سمجھیں کہ مجرد اتفاق ہی حجتِ شرعی کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس قسم کا اتباعِ اجماع اس وقت تحریفِ دین کے مترادف ہوجاتا ہے جب اس اجماع کی اصل کتاب و سنت میں موجود نہ ہو۔ اور یہ وہ اجماع نہیں ہے جس کے حجت ہونے پر امت کا اتفاق ہے کیونکہ امت کا اتفاق تو اسی اجماع کے اتباع پر ہے جس کی سند کتاب و سنت میں موجود ہو یا جو کتاب و سنت سے مستنبط ہو۔ رہا وہ اجماع جس کی اصل نہ قرآن میں ہو نہ حدیث میں، سو اس کو کسی نے بھی حجت نہیں مانا۔ بلکہ اس کے اتباع کی مذمت میں تو قرآن کہتا ہے کہ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَآ اَلْفَيْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا ؕ (البقرہ ۲ : ۱۷۰) "جب ان سے کہا گیا کہ ایمان لاؤ اس چیز پر جو خدا نے اتاری ہے تو انہوں نے کہہ دیا کہ ہم تو اس طریقہ کی پیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا"۔

حضرت عیسیٰ السلام اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت سے انکار میں یہود نے جو دلیل پیش کی تھی وہ اسی اتباعِ اجماع پر مبنی تھی۔ ان کے اسلاف نے بزعمِ خود ان انبیائے صادقین کے حالات کا تفحص کیا اور انہیں نبوت کے معیار پر نہ پایا۔ ان کا انکار ہمیشہ کے لیے ایک برہانِ قاطع بن گیا۔ نصاریٰ کے اندر بھی اسی اتباعِ اجماع نے بے شمار گمراہیاں پیدا کر رکھی تھیں۔ ان میں تورات انجیل کے خلاف اور ان کے احکام سے زائد صد ہا باتیں شریعت کی حیثیت سے موجود ہیں جن کے بارے میں ان کے پاس "سلف اجماع" کے سوا اور کوئی دلیل نہیں۔

تقلید

پانچواں سرچشمہ جہاں سے تحریفِ دین کا سیلاب پھوٹتا ہے کسی غیر معصوم (غیر نبی) انسان کی کورانہ تقلید ہے، یعنی کوئی عالمِ دین کسی مسئلہ میں اجتہاد کرے اور اس کے مقلدین بغیر دلیل و حجت محض حسنِ ظن کی بنا پر یہ خیال کرلیں کہ امام کا اجتہاد قطعاً" یا غالباً صحیح ہے، پھر اس خیال کے ماتحت کسی صحیح حدیث کو اس کے اجتہاد سے رد کردیں۔ یہ تقلید وہ تقلید نہیں ہے جس کے جواز پر امتِ مرحومہ کا اتفاق ہے۔ امت نے مجتہدین کی تقلید کے جواز پر جو اتفاق کیا ہے وہ چند قیود کے

ساتھ ہے۔ اولاً آدمی کو یہ علم و اعتقاد رکھنا چاہیے کہ مجتہد معصوم نہیں ہے۔ اس کا اجتہاد صحیح بھی ہوتا ہے اور غلط بھی۔ ثانیاً اسے ہمہ وقت ارشادِ نبویؐ کی تلاش میں اس عزم کے ساتھ لگا رہنا چاہیے کہ جب کبھی کوئی صحیح حدیث' اجتہادِ امام کے ساتھ مل جائے تو وہ امام کی تقلید اس مسئلہ میں ترک کردے گا۔ اِتَّخَذُوٓا اَحۡبَارَهُمۡ وَرُهۡبَانَهُمۡ اَرۡبَابًا مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ (التوبہ ۹ : ۳۱) کے متعلق فرمایا کہ یہود اپنے علماء و مشائخ کی پرستش نہیں کرتے تھے بلکہ کرتے یہ تھے کہ جس چیز کو یہ لوگ حلال کہہ دیتے اسے وہ بغیر کسی حجتِ شرعی کے حلال سمجھ لیتے تھے اور جسے یہ حرام کہہ دیتے اسے حرام سمجھ لیتے تھے۔

خلطِ مذاہب

دین کے اندر فتنۂ تحریف کے گھسنے کا چھٹا راستہ مختلف مذاہب اور شرائع کا باہم اس طرح خلط ملط کردینا ہے کہ ایک دوسرے سے ممیز نہ ہوسکے۔ اس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ ایک آدمی پہلے کسی اور مذہب کا پیرو رہتا ہے اور اس کے دل و دماغ پر اپنی سابق مذہبی سوسائٹی کے علوم و نظریات پوری طرح حاوی ہوتے ہیں۔ پھر وہ دائرہ اسلام میں داخل ہوتا ہے' لیکن قلب میں ان پرانے نقوش کا اثر باقی رہتا ہے' انجامِ کار یہاں بھی ان علوم و نظریات کی توقیر و قبولیت چاہتا ہے۔ خواہ وہ بجائے خود کیسے ہی بے جان اور بے اصل ہوں' حتیٰ کہ بسا اوقات وہ اس کے لیے روایتیں گھڑنے پر اتر آتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی حقیقت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ بنی اسرائیل برابر راہِ اعتدال پر قائم رہے یہاں تک کہ ان میں ایسے لوگ پیدا ہوئے جو خالص اسرائیلی نہ تھے (باپ اسرائیلی تھا) اور ماں دوسری قوم سے' یعنی لونڈی زادے تھے۔ ان لوگوں نے دین میں رائے کو دخل دیا' نتیجہ یہ ہوا' خود گمراہ ہوئے اوروں کو بھی گمراہ کردیا۔ چنانچہ خود ہمارے دین میں بھی آج بے شمار علوم اسی نوع کے داخل ہوچکے ہیں مثلاً اسرائیلی علوم' خطباءِ جاہلیت کے اقوال' یونان کا فلسفہ' ایران کی تاریخ' علمِ نجوم' رمل اور علمِ کلام وغیرہ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں جب تورات پڑھی گئی تو آپؐ بہت خفا ہوئے' اس خفگی میں یہی راز تھا۔ نیز کتابِ دانیالؑ کے طالب کو حضرت عمرؓ نے اسی وجہ سے سزا دی تھی۔

(ماخوذ از حجۃ اللہ البالغہ۔ مطبوعہ ترجمان القرآن ذیعقد ۱۳۵۷' جنوری ۱۹۳۹۔ جلد ۱۳' عدد ۵)